زرد پتوں کی شال
نصیر احمد ناصر
Mir Zaheer abass Rustmani
03072128068

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

زرد پتوں کی شال

زرد پتّوں کی شال

— ہائیکو —

نصیر احمد ناصر

انگریزی ترجمہ: بینا بسواس

سانجھ پبلی کیشنز، لاہور

زرد پتوں کی شال — شاعری — نصیر احمد ناصر

سانجھ پبلیکیشنز نے نوید حفیظ پرنٹرز' لاہور' سے چھپوا کر' 46/2 مزنگ روڈ' لاہور' پاکستان' سے شائع کی۔

نام کتاب : زرد پتوں کی شال
شاعر : نصیر احمد ناصر
اشاعت اوّل : ۱۹۹۳ء
اشاعت دوم : ۲۰۱۳ء
سرورق : سعید ابراہیم
قیمت : ۲۵۰ روپے

Zard Pattun Ki Shawl
(Urdu Haiku by Naseer Ahmed Nasir)

Printed by:
Naveed Hafeez Printers, Lahore, Pakistan

Price:
In Pakistan: Rs. 250.00

Published by:

سانجھ
SANJH
PUBLICATIONS
Book Street, 46/2 Mozang Road, Lahore, Pakistan.
Phone: +92 42 37355323. Fax: +92 04 37323950
e-mail: sanjhpk@yahoo.com, sanjhpks@gmail.com
Web: www.sanjhpublications.com

ISBN: 978-969-593-~~0000000000~~ 0854

فوزان کے نام

ہائیکو نگاری اور زرد پتّوں کی شال

رولاں بارت نے اپنی کتاب L Empire des Signes 1970 میں جاپانی کلچر کے بارے میں لکھا ہے کہ یہ سطح یعنی Surface کا کلچر ہے۔ اس کے نزدیک جاپانی کلچر کے بیشتر مظاہر مثلاً کھانا پکانا، پتلیوں کا تھیٹر، باغبانی، تحائف کو پیک کرنے کا فن اور ہائیکو۔۔۔ یہ سب سطح کے مظاہر ہیں۔ ان کے اندر کوئی مرکزہ یا روح نہیں ہے۔ اس بیان سے اس غلط فہمی کا امکان ہوسکتا ہے کہ بقول رولاں بارت جاپانی کلچر اور اس کا ایک اہم مظہر یعنی ہائیکو سطحی اور بے روح ہے۔ لیکن جہاں تک میں سمجھ سکا ہوں رولاں بارت اسے بے روح، سطحی یا معنی سے تہی نہیں کہہ رہا۔ اس کا موقف یہ لگتا ہے کہ جاپانی کلچر Containerاور Contained کے رشتے کو نہیں مانتا۔ لفافہ اور ملفوف کو ایک ہی چیز گردانتا ہے۔ ہمارے ہاں ہر مظہر کے اندر ایک مخفی معنی کا تصور موجود ہے چنانچہ بالعموم مظہر کے بجائے مظہر کے معنی کو اہمیت ملتی ہے حتیٰ کہ کائنات کا تصور بھی ایک ایسی دھند، سراب یا مہین ریپر کا تصور قرار پایا ہے جس کے عقب یا بطون میں ایک عظیم تر معنی موجود ہے۔ دوسری طرف جاپانی کلچر مظہر اور اس کے معنی میں کوئی تفریق نہیں کرتا۔ اس حد تک کہ جاپانی شعری صنف ہائیکو کا افقی پھیلاؤ ہی اس کا عمودی عمق بھی قرار پایا ہے۔ اصلاً ہائیکو کے تین مصرعے لخت لخت نہیں ہیں بلکہ باہم آمیز ہو کر ایک تصویر، کیفیت یا احساس کو جنم دیتے ہیں۔ وہ تینوں مارگ یا راستے نہیں ہیں بلکہ زینے کے تین قدم ہیں جو ایک دوسرے سے جڑے ہوتے ہیں۔ ان میں کوئی ایک قدم بھی کم ہو جائے تو زینہ بے کار ہو جاتا ہے۔ ہائیکو ایک ایسا لسانی ریپر ہے جس کے اندر معنی ملفوف نہیں بلکہ جو خود معنی ہے۔ مثلاً باشو کا یہ مشہور ہائیکو لیجیے:

کہنہ جوہڑ میں
مینڈک کی اک جست
پانی کی آواز

اس میں تصویر یہ ابھرتی ہے کہ مراقبہ کی خاموشی میں اچانک مینڈک پانی میں چھلانگ لگاتا ہے، آواز پیدا ہوتی ہے جس سے لمحہ بھر کے لیے مراقبہ ٹوٹ جاتا ہے مگر دوسرے ہی لمحہ وہ دوبارہ جڑ جاتا ہے اور خاموشی پہلے سے زیادہ گمبھیر، دبیز اور بے پایاں ہو جاتی ہے۔ سدھیارتھ کے ہاں بھی مارا کی بیٹیوں کی آمد سے ایک ایسی ہی صورتِ حال پیدا ہوئی تھی۔ اس کی سمادھی بھی ٹوٹی تھی مگر اس کے بعد اتنی بے پایاں ہوگئی تھی کہ آخر کار گیان پر منتج ہوگئی تھی۔ بدھ مت میں خاموشی کے ٹوٹنے یعنی بے زمانی کی چادر میں ایک شگاف یا Rupture کے نمودار ہونے اور پھر اس کے دوبارہ بھرنے یا اگر اس شگاف کو زخم کے مترادف سمجھا جائے تو مندمل ہونے، کا عمل ہائیکو کی بنت کاری میں صاف نظر آتا ہے۔

ایک اور زاویے سے بھی ہائیکو کے مزاج تک رسائی ممکن ہے۔ سب جانتے ہیں کہ انسان کو پانچ حسیات عطا ہوئی ہیں۔ ان میں سے چار حسیات یعنی باصرہ، سامعہ، شامہ اور ذائقہ انسانی چہرے کے خاص خاص مقامات پر مرتکز ہیں مثلاً باصرہ آنکھوں میں، سامعہ کانوں میں، شامہ ناک میں اور ذائقہ منہ میں، لیکن پانچویں حس یعنی لامسہ کا کوئی ایک مقام نہیں ہے۔ وہ پورے جسم کی سطح پر پھیلی ہوتی ہے۔ یہ حس اندھی اور بہری ہے، خوشبو اور ذائقہ سے بھی اسے کوئی سروکار نہیں مگر محسوس کرنے کی ایک زبردست قوت اس میں موجود ہے۔ یہ انسان کی بنیادی حس ہے۔ اصنافِ شعر میں ہائیکو کی اہمیت اس بات میں ہے کہ اس میں لامسہ کی بنیاد بہت مضبوط ہے۔ ہائیکو باصرہ، شامہ اور سامعہ کی مدد سے معنی کی تلاش کا نام نہیں تاہم وہ ان سے لاتعلق بھی نہیں۔ وہ دراصل ان اضافی حسیات کو لامسہ کی کارکردگی کو فزوں تر کرنے کے لیے استعمال کرتا ہے۔ چنانچہ جب ہائیکو حقیقت یا Reality کو مٹھی میں بند کرتا ہے تو معانقہ بڑی حد تک جسمانی ہوتا ہے۔ ہائیکو فہمی کے سلسلے میں اس نکتے پر غور کرنے کی ضرورت ہے کیونکہ ہائیکو معنی کی تلاش کا عمل نہیں بلکہ شے کو مٹھی میں بند کر لینے کا وظیفہ ہے۔ اسی لیے ہائیکو اور خاموشی مترادف الفاظ ہیں۔ ہائیکو دراصل لامسہ کی ایک کروٹ ہے جو موجودگی کا

احاطہ کرنے میں کامیاب ہوتی ہے۔

خاموشی کا ذکر ہوا ہے تو جدید مغربی فکر کے حوالے سے اس معنویت کا بھی ذکر کر دینا چاہیے۔ مائیکل فوکو نے اپنی کتاب The Order Of Things میں سولہویں، اٹھارویں، انیسویں اور بیسویں صدی کی فکری جہت کو بیان کرتے ہوئے لکھا ہے کہ سولہویں صدی مشابہتوں اور مماثلتوں Resemblances and Similiarities کی مدد سے علم حاصل کرنے کی صدی تھی جب کہ اٹھارویں صدی قربت Contiguity اور انسلاکات کی صدی تھی جس میں اشیا کے جڑنے کا وہ منظر نامہ ابھرا جو انواع و اقسام کے شجرے بنانے پر منتج ہوا۔ یہ صدی بے زمانی کی موید تھی اور اسی وصف کو انسان اور زبان میں بھی کارفرما دیکھتی تھی۔ جہاں تک انیسویں صدی کا تعلق ہے تو یہ ارتقا Evolution سے منسلک اور زماں کی کارکردگی کا اعلامیہ تھی۔ اس میں افقی سطح نمایاں ہوئی، تاریخ کو اہمیت ملی اور منبع اور ماخذ کی تلاش میں دور ماضی کے اندر تک جھانکا گیا۔ رہ گئی بیسویں صدی تو اس میں سطح Surface اور گہرائی Depth کے عمودی زاویوں کو بروئے کار لایا گیا ہے اور یہیں مغرب کی فکر کو اس خاموشی تک رسائی حاصل ہوئی ہے جس کا منطقہ گہرائی کے اندر دور تک پھیلا ہوا ہے۔ یہ خاموشی Void یا خالی پن کی زائیدہ ہے۔ دوسرے لفظوں میں یہ ایک طرح کا بلیک ہول ہے جس کی گہرائی کا کوئی پتہ نہیں۔ اس خاموشی کو مَس کرنا بدھ مت کا بھی مسلک ہے اور ہائیکو کا بھی! یہ خاموشی ایک ایسی شانت سطح ہے جو دوئی سے نا آشنا ہے۔ یہ مجسم احساس ہے جو لامتناہی بھی ہے اور ناپیدا کنار بھی!

مشرق کو ''خاموشی'' کی زبان بہت عزیز رہی ہے۔ اس زبان نے جہاں عارفانہ واردات کی ترسیل بے آواز الفاظ میں کی ہے وہاں اجتماعی تجربات کی ترسیل کے لیے ضرب المثل سے بھی کام لیا ہے۔ ضرب المثل کیا ہے؟ میں اسے حبِ حکمت یا Wisdom Capsule کا نام دوں گا جس میں ہزاروں برس پر پھیلے ہوئے انسانی تجربات کا جوہر بند ہوتا ہے۔ ادب کے میدان میں بھی مختصر نویسی کا چلن مشرق کو بہت مرغوب رہا ہے۔ جہاں تک اردو ادب کا تعلق ہے تو اس میں ایسی اصناف کو زیادہ پسند کیا گیا ہے جن کا قامت مختصر تھا۔ فکشن کے میدان میں دیکھئے کہ ناول کے مقابلے میں مختصر افسانے کو نسبتاً زیادہ فروغ ملا ہے۔ اس کی وجہ بھی یہی ہے

کہ مشرق اظہار اور ترسیل کے لیے ایسی اصناف کا والہ وشیدا ہے جن میں اختصار کا دامن بہت وسیع ہو۔ گویا قطرہ میں دجلہ اور جز میں کل دکھائی دے۔ جدید اردو ادب میں انشائیہ کی مقبولیت کا راز بھی یہی ہے۔ شاعری میں دوہا، ماہیا، غزلیہ شعر...... ان سب کے جسم بھی مختصر ہیں۔ حد یہ کہ باہر سے بھی جس شعری صنف کو ہم نے بطورِ خاص درآمد کیا ہے، اس کا امتیازی وصف بھی یہی ہے۔ میرا اشارہ ہائیکو کی طرف ہے جو ایک جاپانی شعری صنف ہے۔ ہائیکو پر زین بدھ مت کے گہرے اثرات ثبت ہیں۔ زین مختلف ثقافتوں اور فلسفوں کا امتزاج پیش کرتا ہے۔ اس میں جنوبی ایشیا کا علم باطن بھی ہے، تاؤمت کی فطرت پرستی بھی اور کنفیوشس ازم کی عملی افادیت پسندی بھی۔ تاؤمت سے اس نے یہ بات اخذ کی کہ ''الفاظ'' کبھی ''اصل سچائی'' کو پوری طرح گرفت میں نہیں لے سکتے۔ چنانچہ شاعری میں اس نے ہائیکو کو قبول کیا جو کم سے کم الفاظ کو استعمال کرتا ہے۔ پھر چوں کہ زین مت نے روزمرہ کے معاملات، اشیا اور مظاہر کو عارفانہ وجد کے لیے برتنے کی کوشش کی لہٰذا ہائیکو بھی ''موجودگی'' بالخصوص فطرت کے مظاہر کی موجودگی سے پوری طرح منسلک ہے۔ ویسے دلچسپ بات ہے کہ جاپانی معاشرت میں مصوری، فنِ کتابت، چمن آرائی حتیٰ کہ چائے بنانے کا دستور جسے ''چانویو'' کہا گیا ہے اور عسکریت جسے ''بوشی ڈو'' کا نام ملا ہے، یہ رسوم بھی روحانی سکون اور وجد پر ہی منتج ہوتی ہیں۔ چنانچہ ہائیکو میں الفاظ قطب نما بن جاتے ہیں اور قاری ان کے درمیانی فاصلوں کو اپنے تخیل کی مدد سے عبور کرنے کی کوشش کرتا ہے۔

ہر شعری صنف کا ایک اپنا مزاج ہوتا ہے جس کی پہچان بہت ضروری ہے مثلاً دوہے کے مزاج میں دوئی بہت نمایاں ہے جو جنوبی ایشیا کے ثقافتی تناظر کی دین ہے۔ دوہے میں بہ یک وقت ارض، جسم اور جنس کا کھلم کھلا اظہار بھی ہے اور ان کو عبور کر کے اس دیار کی عکاسی بھی جس میں مردِ دانا (Wise Old Man) کی آواز صاف سنائی دیتی ہے۔ یہ دوئی دوہے کے مزاج ہی میں نہیں اس کی ہیئت میں بھی موجود ہے۔ چنانچہ نہ صرف ہر دوہا دو مصرعوں میں تقسیم نظر آتا ہے بلکہ ہر مصرعے کے دو حصوں میں وشرام کا وقفہ بھی صاف دکھائی دیتا ہے۔

دوسری طرف ماہیا، عاشق اور معشوق کے معاملاتِ عشق اور ان کی متعدد صورتوں کو اپنا موضوع بناتا ہے۔ ماہی، کا لفظ جو غالباً بھینسوں کے چرواہا یعنی مہینوال کا مخفف ہے، اس مرد کا

نام ہے جس نے عورت کے دل میں محبت کا طوفان پیدا کر دیا۔ لہٰذا ماہیا میں ابتداً وہی مخاطب تھا۔ گیت میں بھی مرد ہی مخاطب ہے۔ اس لیے بعض اذہان میں یہ خیال پیدا ہو سکتا ہے کہ ماہیا گیت سے ماخوذ ہے، گو میرے خیال میں ماہیا گیت سے بھی زیادہ قدیم ہے۔ تاہم وقت کے ساتھ ساتھ ماہیا کا دامن وسیع ہوا ہے اور اب اس میں عاشق اور معشوق، شوہر اور بیوی، دونوں مخاطب ہیں۔ نیز ان کو ملانے یا جدا کرنے والا گھر اور معاشرہ بھی موضوع بنا ہے۔

غزل کا مزاج ان دونوں سے مختلف ہے۔ اس کی ہیئت کی تشکیل میں ماں اور بچے کا رشتہ ابھرا ہے۔ جس طرح بچہ ماں سے اپنا ہاتھ چھڑا کر بھاگتا ہے مگر میلے میں گم ہو جانے سے خوف زدہ ہو کر دوبارہ ماں کا ہاتھ تھام لیتا ہے، اس طرح غزل کا شعر اپنی آزادی اور انفرادیت کا عارضی اعلان کرنے کے بعد دوبارہ غزل کے قافیہ ردیف کی انگلی تھام لیتا ہے۔ ہیئت کے اعتبار سے غزل موتیوں کے ہار سے مشابہ ہے، جس میں ہر موتی (یا شعر) اپنا ایک الگ وجود رکھتا ہے مگر ہار کے دھاگے میں پروئے جانے کے بعد ''چیزے دیگر'' بن جاتا ہے۔ مزاج کے اعتبار سے غزل جسم اور روح، جذبہ اور تخیل، ارضیت اور ماورائیت کا امتزاج پیش کرتی ہے مگر اس امتزاج میں ایمائی اور اشاراتی انداز سدا موجود رہتا ہے۔ دوسرے لفظوں میں، غزل کے اندر داخل ہوتے ہی جذبے کے پر اگ آتے ہیں تاہم وہ اڑنے کے بعد قوس سی بنا کر واپس بھی آتا ہے (وہی بچے کے واپس آنے کی صورت)۔ یہ ادھوری اڑان ہی غزل کی پہچان ہے۔

اب جہاں تک ہائیکو کا تعلق ہے تو اس کی صورت یہ ہے کہ اس میں سامنے کی گری پڑی اور معمولی چیزوں اور جذبوں کو ان کے پس منظر میں پھیلے ہوئے مظاہر فطرت کے حوالے سے اس طور دیکھا گیا ہے کہ معمولی بے نام شے کی شخصیت بھی ابھر آئی ہے۔ نیچر یا فطرت سے انسلاک ہائیکو کا ایک خاص وصف ہے مگر فطرت یا نیچر کے بھی دو روپ ہیں...... ایک وہ جو فطرت کے مظاہر کی صورت باہر کی دنیا میں پھیلا ہوا ملتا ہے اور دوسرا وہ جو انسانی فطرت (Human Nature) کی صورت انسان کے اعماق میں موجود ہے۔ فطرت کے اس پس منظر میں اشیا، تجربات اور محسوسات کو اس طور پیش کرنا کہ کلچر اور نیچر آپس میں جڑ جائیں یہی ہائیکو کا سب سے بڑا کام ہے مگر وہ یہ کام کلچر اور نیچر کے درمیان پل بنا کر نہیں بلکہ خندق کھود

لر انجام دیتا ہے   تا کہ قاری ان دونوں کو چل کر نہیں بلکہ جست لگا کر منسلک کرے۔ چناں چہ ہائیکو میں جو جست وجود میں آتی ہے وہی قاری کے تخلیقی عمل کا باعث بھی ہے   اور اس کے مبہوت ہونے کا راز بھی!...... ہیئت کے زاویے سے دیکھیں تو ہائیکو دھڑکتے ہوئے دل سے مشابہ نظر آتا ہے۔ اس کا پہلا مصرعہ سمٹتا ہے، دوسرا پھیلتا ہے، تیسرا پھر سمٹ جاتا ہے بالکل جیسے دل سمٹتا، پھیلتا اور پھر سمٹتا ہے۔ ہائیکو کے مزاج پر اس کا اثر یوں مرتسم ہوا ہے کہ بات ایک معمولی شے، واقعہ یا مظہر سے شروع ہوئی ہے جو ایک وسیع تناظر مثلاً فطرت کے تناظر کو چھو کر وسعت آشنا ہوئی ہے مگر پھر سمٹ کر اپنے اصل قالب میں آ گئی ہے۔ تاہم وسعت آشنا ہونے کے اس ایک لمحے کے بعد، بات کی نوعیت وہ نہیں رہی جو فطرت کو چھونے سے پہلے تھی۔ قدیم ہندوستان کے ایک شاعر امرو کی یہ نظم اس قلب ماہیئت کو بڑی خوبی سے بیان کرتی ہے۔

جس طرح پنچھی کے بوجھ تلے ٹہنی جھک جاتی ہے
میں بھی تیرے پیار کے بوجھ تلے لچک کھا گئی ہوں
پنچھی اڑ جاتا ہے تو ٹہنی پھر سیدھی ہو جاتی ہے
لیکن تیرے چلے جانے کے بعد میں پھر ویسی نہیں ہو سکتی

یہی حال اس شے کا ہے جو ہائیکو کے کلاوے میں آنے کے بعد پہلے کی طرح اکہری، معمولی اور بے رس نہیں رہتی بلکہ تہہ در تہہ اور نقاب اندر نقاب نظر آنے لگتی ہے۔

دوہا، ماہیا، غزل اور ہائیکو...... ان چاروں اصناف میں مزاج کا فرق ہے۔ تاہم چاروں میں یہ قدر مشترک بھی ہے کہ وہ قامت کے اعتبار سے مختصر ہیں، نیز ان چاروں میں ایک طرح کا خلا یا وقفہ یا خندق یا Gap بھی ہے جو اصلاً ''خاموشی'' کا ایک وقفہ ہے...... وہی خاموشی جو مشرق کو ہمیشہ سے عزیز رہی ہے۔

اردو زبان میں ہائیکو کی آمد کو کچھ زیادہ عرصہ نہیں گزرا اور اسے تحریک بنے تو بہت ہی کم عرصہ ہوا ہے۔ اردو میں ہائیکو نگاری کو تحریک بنانے میں ''اوراق'' نے جو تھوڑی بہت خدمات انجام دی ہیں وہ آپ کے سامنے ہیں مگر یہ بات عام طور سے دیکھنے میں آئی ہے کہ تحریک بننے کے بعد جب ہائیکو بڑے پیمانے پر تخلیق ہوا ہے تو اس کے مزاج کو ملحوظ رکھا نہیں جا سکا۔

چنانچہ غزل، دوہا، اور ماہیا کے مضامین اور رویے ہائیکو میں بے محابا داخل ہوتے چلے گئے ہیں۔ تاہم کچھ شعرا ایسے بھی ہیں جنہوں نے ہائیکو کے مزاج کو سامنے رکھ کر زندہ رہنے والے ہائیکو تخلیق کیے ہیں۔ نصیر احمد ناصر کا شمار ایسے ہی ہائیکو نگاروں میں ہوتا ہے۔

نصیر احمد ناصر کی کتاب ''زرد پتوں کی شال'' کا عنوان بجائے خود ہائیکو کی ایک قاش نظر آتا ہے۔ زرد پتوں سے ذہن خزاں کی طرف منعطف ہوتا ہے اور یوں فطرت پس منظر کے طور پر دوریوں تک بچھی ہوئی دکھائی دیتی ہے۔ اس پس منظر میں ''شال'' کا لفظ الگ ہو کر پورے منظر کو ایک نیا معنی عطا کر دیتا ہے۔ یوں لگتا ہے جیسے زمین ایک غم زدہ عورت ہے جس نے زرد پتوں کی شال اوڑھ رکھی ہے۔ وہ غم زدہ کیوں ہے؟ یکا یک انسانی معاشرے کی سنگ دلی کے بہت سے زاویے قاری کو زرد پتوں کی طرح چبھنے لگتے ہیں اور ایک منظر کے اندر کئی مناظر ابھر آتے ہیں۔

نصیر احمد ناصر نے زیرِ نظر کتاب کے بیشتر ہائیکو ان دنوں لکھے جب وہ السعودیہ میں مقیم تھا۔ یہ ایک ایسا ملک ہے جہاں فطرت کا برہنہ صحرائی وجود بڑے پیمانے پر دعوت نظارہ دیتا ہے۔ مگر اس صحرائی منظر کے مقابلے میں شاعر کی یادوں پر مشتمل وہ خطہ ارض بھی ہے جہاں فطرت نے صد ہزار رنگوں کے لبادے پہن رکھے ہیں۔ جب یہ دونوں خطے آپس میں ملتے ہیں تو نصیر احمد ناصر کے قلم سے ہائیکو آبدار موتیوں کی طرح ٹپکنے لگتے ہیں۔ میں نے السعودیہ میں فطرت کو برہنہ کہا ہے۔ برہنگی سے مراد یہ ہے کہ وہاں چاروں طرف ریت کا سمندر ہے اور جہاں ریت کا سمندر ختم ہوا ہے وہاں سے پانی کا سمندر شروع ہو گیا ہے۔ اصلاً یہ دونوں صحرا ہیں...... ایک ریت کا دوسرا پانی کا۔

بحر گر بحر نہ ہوتا تو بیاباں ہوتا

پھر یہ بات بھی ہے کہ ان دونوں صحراؤں کے اوپر دن کو دھوپ کا اور رات کو ستاروں کا سمندر موجزن رہتا ہے۔ فطرت کی اس تمثیل میں چاند، سورج، سمندر اور ہوا...... چار ایسے کردار ہیں جن کے خدوخال ہی نہیں اوصاف بھی جدا جدا ہیں۔ اپنے ہائیکوز میں نصیر احمد ناصر نے برہنہ فطرت کے اس کینوس پر ان کرداروں کو اس طور ابھارا ہے کہ وہ انسانی محسوسات کی آئینہ داری کرنے لگے ہیں۔ چناں چہ سورج، تحکم، بے نیازی یا برہمی کی علامت بن گیا

ہے اور چاند کسی گم کردہ راہ مسافر کی طرح خودکشی کا ارادہ باندھے دکھائی دیا ہے، جب کہ سمندر اپنی بے کرانی میں مست نظر آیا ہے۔ فطرت (Nature) اور انسانی فطرت (Human Nature) کا ملاپ نصیر احمد ناصر کے ہائیکو کا ایک امتیازی وصف ہے۔ مگر خوبی کی بات یہ ہے کہ نصیر احمد ناصر نے ان دونوں کے ملاپ کے راستے میں خندقیں اور فاصلے کھڑے کر دیے ہیں اور قاری مجبور ہو گیا ہے کہ درمیانی خلا یا Gap کو اپنے تخیل کی مدد سے عبور کرے۔ یہ چند ہائیکو ملاحظہ ہوں جن میں نصیر احمد ناصر نے فطرت کے صحرائی روپ کے تناظر میں انسانی فطرت کی تمثیلیں پیش کر دی ہیں۔

زندگی کے کھلے سمندر میں
تاکراں نیلگوں خموشی سے
آؤ جسموں کے بادباں کھولیں

رات کے پر ہراس جنگل میں
روشنی کی لکیر پتلی سی
یا سیہ فام عورتوں کی ہنسی

....

....

ساحلی چٹانوں پر
سر جھکائے بیٹھا ہے
خودکشی سے پہلے ، چاند

شام کے دھندلکے میں
جھیل کے کنارے پر
آفتاب بیٹھا تھا

یہ سارا منظر بے آب و گیاہ ہے جہاں سورج ایک عقاب کی طرح کسی سرابی جھیل کے کنارے شام کے پرندوں (یعنی ستاروں) پر جھپٹنے کے لیے تیار بیٹھا ہے اور چاند خودکشی کے ارادے سے ساحلی چٹانوں پر لحظہ بھر کے لیے رک گیا ہے۔ نصیر احمد ناصر نے اپنے ہائیکو میں فطرت کی اس صحرائی برہنگی کو بڑی خوبی سے پیش کیا ہے۔

مگر صحرا کی بے کرانی کی زد میں آئے ہوئے اس شاعر کے ہاں یادوں کی پھوار اور خوشبو بھی ہے۔ جس نے اس کے اندر کئی موسم پیدا کر دیے ہیں۔ یہ سارے موسم اس ناسٹلجیا کے مظہر ہیں جو وطن سے زیادہ عرصہ دور رہنے والوں کے ہاں اکثر پیدا ہو جاتا ہے اور جسے دور کرنے کے لیے پردیسی لوگ خط، کیسٹ اور ٹیلی فون کا سہارا لیتے ہیں لیکن اگر ان میں سے کوئی شاعر ہو تو ناسٹلجیا اس کے متخیلہ کو مہمیز لگاتا ہے اور اس کی شاعری میں بھولی بسری یادیں جذبات کے جوار بھاٹا پر بادبانی کشتیوں کی طرح تیرنے لگتی ہے۔ نصیر احمد ناصر کے ہائیکو ایسی

ہی چھوٹی چھوٹی یادوں سے عبارت ہیں۔

چاند چھپ کے تکتا تھا
رات بالکونی میں
بے لباس بیٹھی تھی

اک ہنسی بکھرتی ہے
چیل کے درختوں سے
جب ہوا گزرتی ہے

برآمدے میں کھڑی ہو کر
اداس خاموش یوکلپٹس
کئی دنوں سے بلا رہا ہے

ان ہائیکوز میں تناظر تبدیل ہو گیا ہے۔ تاہم ہائیکو کے مزاج میں کوئی تبدیلی رونما نہیں ہوئی۔ ہائیکو کے اندر کا ''خلا'' جسے پر کر کے خود قاری تخلیق کاری کا مزہ چکھتا ہے، ان ہائیکوں میں محسوس کیا جا سکتا ہے مثلاً:

سبز کھیت دھان کے
عورتوں کے دل میں ہیں
راز آسمان کے

اس ہائیکو میں دو مختلف مناظر ابھرے ہیں...... ایک دھان کے سبز کھیتوں کا منظر، دوسرا عورتوں کے دلوں میں آسمان کے منعکس ہونے کا منظر۔ ان دونوں مناظر میں ایک خلا موجود ہے جسے قاری ہائیکو کو پڑھتے ہوئے بڑی خوش اسلوبی سے پُر کر دیتا ہے۔ اسے پانی سے بھرے دھان کے کھیت میں عورتیں دھان بوتی نظر آتی ہیں۔ بہ ظاہر ان عورتوں کی نظریں دھان کے کھیت پر مرکوز ہیں مگر کھیت میں پانی ہے اور پانی میں پورا آسمان منعکس ہو رہا ہے۔ یکا یک کھیت دل کی صورت اختیار کر لیتا ہے اور دل کے اندر آسمان اپنے سارے ظلم و جور کے ساتھ نمودار ہو جاتا ہے۔ قاری سوچتا ہے کہ شاعر نے کچھ نہ کہتے ہوئے بھی عورت کے دل میں نمودار ہونے والے وسوسوں اور خدشات کو کس خوبی سے بیان کر دیا ہے۔ یہی ہائیکو کا کمال ہے کہ اس کی بالائی سطح کے نیچے کئی مخفی سطحیں ہوتی ہیں جنہیں شاعر اپنے قلم کے لمس سے وجود میں لے آتا ہے۔

بے شک نصیر احمد ناصر نے ہائیکو کی ۵+۷+۵ کی ہیئت پر سختی سے عمل نہیں کیا اور اپنے

ہائیکو میں تین برابر مصرعے استعمال کیے ہیں، تاہم اس نے ہائیکو کے مزاج کو قائم رکھا ہے اور یہی اصل بات ہے۔ بہ صورت دیگر کوئی ہزار ۵+۷+۵ کی ہیئت کو برتے لیکن اگر وہ ہائیکو کے مزاج کو نہ ابھار سکے تو پھر تخلیق ہونے والی چیز کو ہائیکو کے بجائے کوئی اور ہی نام دینا ہوگا۔

وزیر آغا

(معنی اور تناظر، مکتبۂ نردبان سرگودھا، دسمبر ۱۹۹۸ء)

ہائیکو

(۱۹۸۰ء تا ۱۹۹۰ء)

شام، خُنکی، ہوا نومبر کی
زرد پتوں کی شال میں لپٹے
پیڑ سردی سے کپکپاتے ہیں

A chilly November evening wind
wrapping the shawl of yellow leaves
trembles the trees

زندگی کے کھلے سمندر میں
تا کراں نیلگوں خموشی ہے
آؤ جسموں کے بادباں کھولیں!

In the vast ocean of life
it is blue silence till the eyes can see
come, unfasten the sails of the bodies!

خاردار تاروں کی
باڑ پر مہکتی ہے
بیل سُرخ پھولوں کی!

On the barbed wire fence
a climber of red flowers
breathes out fragrance

رات کی دیوار پر
صبح تک لکھتے رہو
روشنی الفاظ کی !!!

Keep writing until morning
on the wall of the night
shiboleth of the light

دُور اِک جلے ہوئے
نیم کے درخت پر
فاختہ اُداس ہے

Far away on the burnt down
tree of Margosa
sat a sorrowing dove

میں نے دیکھے خواب میں
روشنی کے دستخط
رات کی کتاب میں

I saw in a dream
the signature of light
in the night's script

شام کے دُھندلکے میں
جھیل کے کنارے پر
آفتاب بیٹھا تھا!

Doused in the evening mist
sitting near the lake
was the sun!

چاند چھپ کے تکتا تھا
رات بالکونی میں
بے لباس بیٹھی تھی!

The moon leers at the night
sitting bare
on the balcony!

بے نصاب لوگوں میں
وہ ہَوا کی تختی پر
ایک گیت لکھتا ہے!

Amidst the people without words
on the tablet of the wind
he writes a song!

سبز کھیت دھان کے
عورتوں کے دل میں ہیں
راز آسمان کے!

Green paddy fields
in the hearts of women
secrets touch the sky!

کھیت زعفران کے
کام کرتی عورتیں
کتنی زرد زرد سی!

In the fields of saffron
women work
pale yellow

چھیڑ کر ہواؤں کو
بھاگتے ہوئے پتے
تالیاں بجاتے ہیں

Teasing the wind
the run away leaves
clap their hands together

ہونٹ کے اشارے سے
دُور بھاگ جاتی ہیں
تتلیاں صداؤں کی

By moving the lips
run for away
the butterflies of sounds

کنکریٹ کی چھت پر
دُھوپ سرپھری دن بھر
ننگے پاؤں چلتی ہے!

On the roof of concrete
the crazy sun walks
bare footed the whole day

اُونگھتی رات کے مساموں پر
دستکیں دے رہی ہے تنہائی
آ، کسی خواب کی بشارت دے!

On the pores of the drowsy night
solitude is making a call
come, reveal some dream!

سر پھرے موسموں کے میلے میں
دیکھ کر رقص زرد پتوں کا
کیوں ہوا سیٹیاں بجاتی ہے!

In the crazy carnival of the seasons
seeing the dance of the yellow leaves
why does the wind whistle?

کتنے غنچے کِھلا گئی دل میں
کتنی نظمیں سُنا گئی مجھ کو
مُسکراہٹ شریر بچے کی!

The playful smile of a mischievous child
blossomed many rose buds in my heart
sung me many songs

ڈور نیچے پہاڑی گاؤں کے
سب گھروں میں چراغ روشن تھے
ڈاک بنگلے میں رات ٹھہری تھی!

Far down the sloping hilly village
the lamps illumined all the houses
only at the Daak Bungalow
the night had stopped and stayed

دُکھ کی ایک بات ہے
تیرے میرے درمیاں
گہری، لمبی رات ہے

It is a sorrowing tale
between you and me
there is a profound, unbroken night

داستاں طویل ہے
اُس طرف پہاڑ کے
ایک نیلی جھیل ہے

The fable is long
on the other side of the hill
there is a blue lagoon

دُور تک قطار میں
پام کے درخت ہیں
کس کے انتظار میں

Far off standing in a row
there are palm trees
waiting for whom?

چلو اِک خواب لکھتے ہیں
دُکھوں کی رات لمبی ہے
کوئی مہتاب لکھتے ہیں!

Let's write a dream
the night of sorrow is long
let's write a moon!

جائداد بٹ گئی
اک گھنے درخت کی
شاخ شاخ کٹ گئی

Assets divided
branc..es of a thick tree
were chopped down

برگدوں کے سائے میں
دھوپ تھک کے سو گئی
اور ..... شام ہو گئی!

In the shadow of the banyan trees
the sun slept fatigued, and
it became dusk!

ان کہی پہیلیاں
گھاس کاٹتی ہوئی
نوجوان لڑکیاں

Unspoken enigmas
mowing the grass
flowering youth of girls

بارشوں کا موسم ہے
اور اُس کی آنکھوں میں
انتظار سُلگا ہے!

It is the rainy spell, and
in her eyes
waiting kindles

وصل رُت ہے، آنکھوں میں
انتظار کی چڑیاں
گھونسلے بناتی ہیں!

It's the time of union
the waiting sparrows
nestle in the eyes

رات کے پُر ہراس جنگل میں
روشنی کی لکیر پتلی سی
یا.... سیہ فام عورتوں کی ہنسی!

In the terrifying jungle of the night
a fine streak of light
laughter of a dark woman!

اپنی چھوٹی سی اِک شرارت سے
بے شجر کر دیا ہے پتوں کو
اے ہَوا! کتنی منچلی ہے تُو

Just with a slight mischief of yours
you have stripped the trees of leaves
O wind! How reckless you are!

زرد، پھیکے، تھکے، اکیلے دن
سرد، ٹھٹھری، دسمبریں شامیں
دل میں تنہائیاں سلگتی ہیں!

Pale, yellow, weary, forlorn days
cold, benumbed, December-like evenings
there burns loneliness in the heart!

دُور تک بے چراغ تھا رستہ
چاند بھی بادلوں کے پیچھے تھا
رات آئی تھی عین جنگل میں

The path was lampless till far away
the moon too was behind the clouds
the night had fallen just in the mid of the jungle

تیرے پہلو کو یاد کرتے ہی
نیند چپکے سے یوں چلی آئے
جیسے چُھپ کر شرارتی بچے

Reminiscing your memories
sleep just tip-toed in
like wanton brats coming stealthily

ٹین کی چھت پہ سُوکھنے کے لیے
صبح پھیلائے دُھوپ کی چادر
شام آئے سمیٹنے کے لیے

On the tin roof the morning spreads
the sheet of the sun to dry
dusk comes to fold it away

بادلوں سے ڈھکی پہاڑی پر
برف باری کی شام، چوبی ہٹ
دل میں یادوں کی دھوپ پھیلی ہے!

On the hill covered with clouds
the dusk of snowing, a wooden hut
the sun of reminiscences is spread in the heart!

شام اُتری کھلے دریچوں میں
جل اُٹھے خواب آشنائی کے
اجنبی لڑکیوں کی آنکھوں میں!

The dusk has entered the open windows
the dreams of closeness burned
in the eyes of alien belles

اُس کو کھویا ہے، خود کو پایا ہے
ایک لمحے کی آشنائی میں
کتنی عمروں کا دُکھ اُٹھایا ہے

By losing her, I have found myself
in the intimacy of a moment
I have lugged the sorrow of ages

ڈوریوں کا گمان رہتا ہے
کوئی کتنا قریب آجائے
فاصلہ درمیان رہتا ہے

There exists an anticipation of farness
however near one may come
there remains a distance, after all!

سونے والوں کو کیا خبر، شب بھر
میرے گاؤں کی کچی گلیوں میں
پابرہنہ ہوائیں چلتی ہیں

Those who sleep they don't know
that in my village in the clayey alleys
winds mosey the whole night

اُجلی اُجلی فضا، چمکتی دُھوپ
گاؤں کے پاس بہتی ندّی سے
کپڑے دھونے کی آ رہی ہے صدا

Vivid, sparkling environ and the dazzling sunshine
from the river that flows beside the village
comes the sound of pounding clothes

دُور اُس سینی ٹوریم سے پرے
سُرمئی بادلوں کے سائے میں
اِک پہاڑی پہ تیرا گاؤں ہے!

Away from that sanatorium
under the shade of those collyrium like clouds
there lies your village on the hilltop

فصل کٹنے والی ہے
گاؤں کی فضاؤں میں
گندمی اُجالے ہیں

Its harvest time;
in the ambience of the village
is the wheatish shimmer

زندگی اسیروں کی
ساحلوں کی تنہائی
خامشی جزیروں کی

In the life of the captive
it's loneliness of seashores, and
the silence of islands

پھولدار کپڑوں میں
بن سنور کے نکلی تھیں
ساعتیں بہاروں کی

Embellishing flowery clothes
showed up
the festooned of spring

وقت کے سمندر میں
جسم کے جزیرے پر
رُوح کا بسیرا ہے

In the sea of time
the atoll of the body
is the soul's abode

پَو پھٹے کا خواب تھا
پاؤں میں زمین تھی
سر پہ آفتاب تھا

It was a dream at an early dawn
the earth was under foot, and
the sun over head

رات بے لباس، اور
ناریل کی اوٹ سے
چاند جھانکتا ہُوا !!!

The night was bare, and
from behind the coconut palms
peeking out was the moon

سردیوں کی شام تھی
اور خالی پارک میں
تین چار لڑکیاں!!!

It was winter twilight, and
in the empty park
were three or four girls

کیوں پرو کے لاتی ہے
ہار تازہ پھُولوں کے
اِک خزاں زدہ لڑکی!

Why brings piercing
the wreaths of fresh flowers
an autumn-stricken belle!

پور پور روشن تھی
اُس کی بند مُٹھی میں
چاند تھا کہ جگنو تھا!!

The fingers were illuminated

in her closed fist

was it the moon or a firefly?

اِک ہنسی بکھرتی ہے
چیل کے درختوں سے
جب ہَوا گزرتی ہے

Laughter peals
through the pine trees
when the wind blows

پاپلر کی چھاؤں میں
ایک دن گزارا تھا
گوری تیرے گاؤں میں

O the fair woman! In your village
under the shade of poplar tree
I had spent a day

پیلے پھول سرسوں کے
کب ملیں گے رستوں میں
لوگ بچھڑے برسوں کے!

The yellow mustard fields
the people separated since ages
when will they meet on their ways!

رات کے کنارے پر
صبح مُسکراتی ہے
آخری ستارے پر

On the banks of the night

the dawn grins

at the last fading star

ڈور کوئی گاتا ہے
رات کے سمندر میں
چاند ڈوب جاتا ہے

Someone sings for away
in the ocean of night
the moon slides down

ٹوٹتے پتوں کی چاپ
اوس میں بھیگا سکوت
زندگی......شب کی خزاں!

The murmur of falling leaves
dew-wet silence
life is the autumn of night!

منظروں کے اُس طرف
آخری حد سے پرے
سُرمئی تنہائیاں......!!!

On the other side of the vistas
beyond the last rim
lies shadowy loneliness

شہر یاروں سے کہو
ٹوٹ جاتے ہیں مگر
خواب مرتے تو نہیں!

Tell the tyrants
dreams get broken, but
they never die!

ڈور جا کے روتے ہیں
سخت جان لوگوں کے
دُکھ عجیب ہوتے ہیں

Going far away
the toughies weep
sorrows are sometimes weird!

رات کی بوسیدگی
معبدوں کے سائے میں
چاند بھی تھکنے لگا!

Seeing the putrescent night
in the silhouette of temples
the moon too is getting weary

رات کا پچھلا پہر
سرد گیلے فرش پر
چاندنی سوئی ہوئی

It's the last part of the night
on the damp cold floor
the moon sleeps

رات ٹوٹ کر برسا
دل کے سُونے آنگن میں
تیری یاد کا بادل

The night rained intemperately
in the deserted quad of the heart
is the cloud of your memory

چاندنی سایہ تِرا
دُھوپ تیرا عکس ہے
آئنے تیرے غلام!

The moon light is your shadow
the sunshine is your shade too
the mirrors are your slaves!

سالوں بعد لوٹا ہوں
پیڑ تیرے آنگن کے
دُور سے نظر آئے

Returned home after years
the trees of your court
were seen from far away

صبحِ کاذب، سائرن
آنکھ سے رخصت ہوئی
خواب کی آسودگی!

Before the first light, siren
departed from the eye
was the opulent dream

ممٹیوں کی اوٹ میں
روز ملنے آتی ہے
شام آفتاب سے

Behind the mumties
the evening comes daily
to date the sun

سر اِدھر اُدھر ملے
نوکدار گھاس میں
تتلیوں کے پر ملے

Heads scattered here and there
on the point of the grass blades
pierced were the wings of the butterflies

ساحلوں کی ریت پر
دُھوپ تاپتی ہوئی
خواب خواب لڑکیاں

On the sandy beaches

laze around

the dreamy young girls

ساحلی چٹانوں پر
سر جھکائے بیٹھا ہے
خودکشی سے پہلے، چاند

On the rocks of a seashore
with his head hanging
before the suicide, sat the moon

کانچ کے گلاب تھے
ٹوٹ کر بکھر گئے
میرے جتنے خواب تھے

All my dreams
broke and scattered
like the roses of glass

تم نے بھی تو دیکھا ہے
میرے دونوں ہاتھوں میں
اِک سفر کی ریکھا ہے!

You too have seen
in my both palms
there is a travel line

تُو سراپا الاؤ خوشبو کا
تیرے ہونٹوں پہ اَن گِنت جگنو
میرے ماتھے پہ روشنی لکھ دے!

You are a bonfire of fragrance from the head to feet
there are innumerable fire beetles on your lips
Inscribe light on my forehead!

درمیاں موسموں کی دُوری تھی
تیرے پہلو میں رات جلتی رہی
برف گرتی رہی مِرے اندر

There was farness of seasons between us
the night had continued to burn beside you
snow kept falling inside me

ڈوبتی شام کی اُداسی میں
آسمانوں کی نیلی تنہائی
دل کے اندر اُترنے لگتی ہے!

In the anguish of the sinking dusk
the azure solitude of the skies
begins entering the core of my heart

چاند کی دُودھیا حرارت سے
منجمد آسماں پگھلتا ہے
قطرہ قطرہ اُداسیاں ٹپکیں!

With the milky warmth of the moon
the frozen sky melts
sorrows drip drop by drop

پانیوں کو زمیں نہیں ملتی
حاملہ بدلیاں کہاں برسیں
ساوَنی رُت کہیں نہیں ملتی

The water couldn't find the earth
where would the laden cloud pour?
there is no rainy season anywhere

سارے آدرش ٹوٹ پھوٹ گئے
دل کی بستی سے مشتعل ہو کر
خواہشوں کا جلوس گزرا ہے

All the ideologies broken
angrily from the settlements of the heart
there marched the mob of desires

رات کے بیکراں سمندر میں
چاند، خوابوں کی ڈوبتی ناؤ
میں، مسافر دُکھی زمینوں کا

In the endless ocean of the night
the moon is the sinking boat of dreams
I am the traveller on the sorrowful lands

بچے گلیوں میں شور کرتے ہیں
میں اکیلا اُداس کمرے میں
بیت جائے گا یہ ستمبر بھی!

Children make hullabaloo in the streets
I stay lonesome and gloomy in my room
this way too shall September pass

کچھ نہ پایا گیا تلاشی میں
ڈائری کے ورق بھی خالی تھے
مرنے والے کی زندگی کی طرح

Nothing was found in the hunt
even the pages of his diary were blank
like the life of the dead man

سرد تاریک رات، سناٹا
زرد بیمار بلب کھمبے پر
اور بوڑھے فقیر کی کھانسی!

The cold dark night, rumbling winds
an awfully sick bulb on the lamp post, and
the cough of an old fakir

آخری شام تھی دسمبر کی
اور ہوٹل کی بالکونی میں
ایک لڑکی اداس بیٹھی تھی!

It was the last evening of December
sitting on the hotel balcony
was a lonely girl!

رات کے دل میں سورج تھا
اور وہ کِھل کِھل ہنستی تھی
چاند کی پیلی رنگت پر!

There was the sun in the heart of the night
and she broke in ringing laughter
seeing the yellow-hued moon

کل گلابوں کی اِک نمائش میں
مُدتوں بعد اس کو دیکھا تھا
وہ بھی، میری طرح، اکیلی تھی!

In the exhibition of roses, yesterday
I saw her after ages
she too was all alone like myself

وہ سمندر ہے اور پیاسا ہے
میں جزیرہ ہوں اور تنہا ہوں
ایک دُکھ مشترک ہے دونوں میں

She is an ocean but thirsty
I am an island and all alone
one sorrow is common to both of us

دریچے میں کھڑی لڑکی
گلی میں کھیلتے بچے
مِرے کمرے میں تنہائی

A girl standing at the window, and
children playing in the street
solitude in my room

ردائے آب لگتا ہے
کھلی کھڑکی کی آنکھوں میں
وہ چہرہ خواب لگتا ہے

It looks like a sheet of water
in the eyes of the open window
that face appears like a dream

تھکن سے چُور ہوتے ہیں
مُسافر یا پرندے ہوں
گھروں سے دُور ہوتے ہیں

Worn out of fatigue
whether wayfarers or birds ......
remain away from their homes

کہیں اُس پار اُترے ہیں
پرندے شام کی چھت پر
ستارہ وار اُترے ہیں

Somewhere beyond
the birds on the roof of dusk
have landed like stars

نئے گیتوں کا البم ہے
نئی غزلوں کی سی ڈی ہے
تری یادوں کی سرگم ہے

An album of new songs
a disc of new lyrics ......
is the gamut of your memories

ہمارے ہاتھ جنگل ہیں
لکیریں راستے، ان میں
سفر اپنا مقدر ہے

Our hands are jungles
lines are trails in it
the journey is our destiny

ہجومِ شہر میں ناصرؔ
کسی سے آشنائی اب
عجب اک واقعہ ٹھہرے!

In the concourse of the city,
intimacy with some one
is but a strange occurrence!

مُسلسل ساتھ رہنے سے
طبیعت اُوب جائے تو
جدائی اچھی لگتی ہے

By living together all along
when one gets fed up
separation feels good

گھنے تاریک جنگل میں
ہوائیں راستہ کھوجیں
کسی انجان بستی کا!

In the dense and dark forest
winds search the path
of some nameless territory

ہوا میں تیرتے بادل
دھنک کی ڈور میں لپٹے
زمیں پر جال رستوں کے

The clouds floating in the air
wrapped in the string of the rainbow
there are entrapping paths on the earth

برآمدے میں کھڑی ہوا کو
اداس خاموش یوکلپٹس
کئی دنوں سے بُلا رہا ہے!

Gloomy and still Eucalyptus
calls the marooned wind in the verandah
now for so many days!

قرمزی غرارے میں
گھومنے کو نکلی ہے
شام آب پارے میں

Wearing the cerise pleated skirt
the evening has come to stroll
in Aab Paara

دُور اک کھجور ہے
ریتلی زمین پر
آسماں کی حُور ہے

A date palm stands afar
on the sandy land
li:.e a houri of the paradise

موسمِ سرما کا چاند
ہونٹ یخ بستہ ہوئے
آخری بوسے کے بعد

The moon of a winter night
the lips got frozen
after the last kiss

چھک چھک کرتی ریل
کمرے کی تنہائی میں
بچوں جیسے کھیل

Whistling train
in the loneliness of the room
it is a child's play

تنہائی کا ساز
رونے جیسی لگتی ہے
بارش کی آواز

The symphony of loneliness
resonates like weeping...
the sound of raindrops!

دُور کہیں اک پھول
کھِلتا ہے پر دیکھے کون
آنکھیں مٹی دھول

A flower blossoms far away
but who sees it
the eyes are full of dust and dirt

گندم کی کھڑی فصلیں
کیوں بھوک سے روتی ہیں
کھیتوں میں پلی نسلیں

The standing crops of wheat;
why do the humans brought up in the fields
cry of hunger?

روشنی تھامے ہوئے
صبح تک چلتا رہا
میں، جلوسِ شب کے ساتھ

Seizing the light
I marched till the dawn
with the throng of the night

خواب میں پیدا ہوئے
خواب میں زندہ رہے
خواب ہی میں مر گئے

Born in dream
lived in dream
died in dream only

زرد پتوں کی شال

اردو ہائیکو متنوع ہیئتوں میں لکھا جا رہا ہے۔ مثلاً مساوی الاوزان ہیئت، روایتی ہیئت، مماثل ہیئت، وضعی یا اختراعی ہیئت اور آزاد ہیئت۔ اگرچہ روایتی ہیئت ۵۔ ۷۔ ۵ کو اب فروغ مل رہا ہے لیکن یہ ایک حقیقت ہے کہ مساوی الاوزان ہیئت کو شروع ہی سے مقبولیت حاصل رہی ہے۔ ہر چند کہ اس ہیئت کے بیشتر شعرا ہائیکو کے مزاج و اسلوب سے وہ گہری واقفیت نہیں رکھتے جس کی ضرورت اس صنف کو ہے۔ تاہم مساوی الاوزان ہیئت کے بعض شعرا ایسے بھی ہیں جنہوں نے ہائیکو کے مزاج اور اس کی بعض اسلوبی خصوصیات کو گہرے پن کے ساتھ اپنے باطن میں سمویا ہے اور سنجیدگی، تسلسل اور ٹھہراؤ سے ہائیکو کی تخلیق میں دلچسپی لی ہے۔ ان شعرا میں نصیر احمد ناصر کو اہمیت حاصل ہے۔

نصیر احمد ناصر کے ہائیکو پڑھنے والے کو ایک خوشبودار تحیر سے ہمکنار کرتے ہیں۔ اہم بات یہ ہے کہ ان کے ہائیکو تتلی کی نرمی و تازگی اور جگنو کی روشنی سے عبارت ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ ان کے ہاں نہ تو خیالات کا کھردرا پن پیدا ہوا ہے اور نہ جذبات کی بے تحاشا تپش نمایاں ہوئی ہے، بلکہ نفاست و نور کا ایسا جمالیاتی امتزاج اجاگر ہوا ہے جو گاؤں، خصوصاً پہاڑی گاؤں کی صاف ستھری فضا سے مخصوص ہے۔ پھر انہوں نے اپنی دیگر شاعری میں جو جمالیاتی انہماک حاصل کیا تھا، وہ سارے کا سارا ان کے ہائیکو میں در آیا ہے۔ یوں ان کا ہائیکو فطرت، گداز اور محبت کے رنگوں میں رچ کر ظہور پذیر ہوا ہے۔

دُور اس سینی ٹوریم سے پرے
سرمئی بادلوں کے سائے میں
اک پہاڑی پہ تیرا گاؤں ہے

اجلی اجلی فضا، چمکتی دھوپ
گاؤں کے پاس بہتی ندی سے
کپڑے دھونے کی آ رہی ہے صدا

دور نیچے پہاڑی گاؤں کے
سب گھروں میں چراغ جلتے ہیں
ڈاک بنگلے میں رات ٹھہری ہے

پاپلر کی چھاؤں میں
ایک دن گزارا تھا
گوری تیرے گاؤں میں

فصل کٹنے والی ہے
گاؤں کی فضاؤں میں
گندمی اجالے ہیں

نصیر احمد ناصر کے ہائیکو کی ایک خوبی یہ ہے کہ فطرت کے مظاہر ذی روح انسان کی احساساتی سطح پر آ گئے ہیں۔ اداس خاموش یوکلپٹس کا برآمدے میں کھڑی ہوا کو بلانا، پام کے درختوں کا دور تک قطار میں استادہ ہو کر انتظار کرنا، ہواؤں کو چھیڑ کر پتوں کا بھاگنا اور تالیاں پیٹنا، دھوپ کا برگدوں کے سائے میں تھک کر سو جانا، رات کے پچھلے پہر چاندنی کا سرد گیلے فرش پر محو استراحت ہونا، بالکونی میں بیٹھی برہنہ رات کو چاند کا چھپ چھپ کر دیکھنا، ان سارے منظروں سے یہ محسوس ہوتا ہے جیسے مظاہر فطرت کے وجود پر بھی کیفیتیں آشکار ہو رہی ہیں۔ ان کو بھی نطق کی دولت، جذبے کی حدت اور انتظار کی لذت مل گئی ہے، خوشی کے اظہار کا طریقہ حاصل ہو گیا ہے اور تھکن کے باعث محو استراحت ہونے، برہنہ حسن کو کن

انکھوں سے دیکھنے اور خمار زدہ ہو کر بے ترتیبی کے ساتھ سونے کا انداز عطا ہو گیا ہے۔ انسانی فطرت جب گہری توجہ کے ساتھ فطرت سے بغل گیر ہوتی ہے تو پھر ہائیکو اس مقامِ جمال پر جلوہ افروز ہوتا ہے۔

برآمدے میں کھڑی ہوا کو
اداس، خاموش یوکلپٹس
کئی دنوں سے بلا رہا ہے

دُور تک قطار میں
پام کے درخت ہیں
کس کے انتظار میں

چھیڑ کر ہواؤں کو
بھاگتے ہوئے پتے
تالیاں بجاتے ہیں

برگدوں کے سائے میں
دھوپ تھک کے سوگئی
اور شام ہوگئی
چاند چھپ کے تکتا تھا
رات بالکونی میں
بے لباس بیٹھی تھی

نصیر احمد ناصر ہائیکو میں تخلیقی عجب پیدا کرنے کی صلاحیت سے بہرہ ور ہیں۔ ایسا تخلیقی عجب جو فطرت کے کیفیاتی، تلازماتی اور تمثیلی مشاہدے سے وجود میں آتا ہے۔ یہ تخلیقی عجب

دراصل ان کے تخیل کی لاثانیت اور انوکھے پن کی عطا ہے جس سے اشیا و مظاہر کو ایک پُر اسرار اور بلدار حرکت نصیب ہوئی ہے اور اس طرح ان کے ہائیکو میں ایسی ننھی منی درزیں پھوٹ آئی ہیں جن میں جھانکنے سے منظر ایک ثانیے کو اپنے ارد گرد کی توسیعات سے کٹ کر زیادہ شوخ، لچکیلا اور گہرا دکھائی دیتا ہے۔ تخلیقی عجب کے حوالے سے یہ ہائیکو قابلِ غور ہیں۔

ساحلی چٹانوں پر
سر جھکائے بیٹھا ہے
خودکشی سے پہلے، چاند

قرمزی غرارے میں
گھومنے کو نکلی ہے
شام آب پارے میں

خاردار تاروں کی
باڑ پر مہکتی ہے
بیل سرخ پھولوں کی
سر اِدھر اُدھر ملے
نوکدار گھاس میں
تتلیوں کے پر ملے

سبز کھیت دھان کے
عورتوں کے دل میں ہیں
راز آسمان کے

کھیت زعفران کے
کام کرتی عورتیں
کتنی زرد زرد سی

پہلے ہائیکو پر غور کیجئے۔ چاند جب ساحلی چٹانوں کے عقب میں غروب ہو رہا ہوتا ہے تو ایک لمحہ ایسا بھی آتا ہے جب یوں محسوس ہوتا ہے جیسے چاند ساحلی چٹانوں پر سر جھکائے بیٹھا ہو۔ لمحاتی نشست کی اس حالت کو شاعر نے چاند کے ڈوبنے یا خودکشی کرنے سے پہلے کی افسردگی اور لاحاصلی کے تصورات پر محمول کیا ہے۔ ایک سیدھے سادے منظر میں شاعرانہ تخیل سے کتنا انوکھا پن پیدا ہو گیا ہے۔ دوسرے ہائیکو میں بظاہر پانی میں غروب آفتاب کے منظر کو مصور کیا گیا ہے لیکن تشبیہی جمالیت اور تمثیلی نویلے پن نے اس ہائیکو کی تخلیقی سطح کو رفعت دے دی ہے۔ پارۂ آب میں ڈھلتی شام کا قرمزی عکس پڑا تو اسے دیکھ کر چشمِ شاعر کو یوں لگا جیسے کوئی عورت قرمزی غرارہ پہن کر آب پارے کی سیر کو نکلی ہوئی ہے۔ یہاں پانی کے عکس کی تھرتھراہٹ اور غرارے کے ریشمی کپڑے کی سرسراہٹ میں جو تلذذ انگیز مماثلت ہے، اس کا جواب نہیں، پھر پارۂ آب اور وجودِ نسوانی کا خارجی و داخلی تقابل بھی دلچسپ ہے، سو اس ہائیکو میں آبی اور خاکی عناصر کی جمالیاتی یکجائی نے سماں باندھ دیا ہے۔ تیسرے ہائیکو میں سرخ پھولوں کی بیل کی بے خبری اور معصومیت کو نمایاں کیا گیا ہے۔ بیل اپنی خوشبو کے خمار میں گم ہے۔ اسے معلوم ہی نہیں کہ وہ بڑھتے بڑھتے خاردار تاروں کی باڑ تک چلی آئی ہے اور کسی لمحے بھی ہوا کے تند و تیز جھونکے کے باعث اس کا دامن باڑ میں الجھ کر دریدہ ہو سکتا ہے۔ وزیر آغا نے اس ہائیکو کی متعدد توجیہات کی ہیں۔ چوتھے ہائیکو میں گھاس کی نوکداری اور تتلیوں کی بدنی نازکی کے تقابل سے سحر کاری پیدا کی گئی ہے۔ پانچویں ہائیکو میں عورتوں کے نہاں خانۂ دل کی طلسمیت کا اندازہ دھان کے سبز پودوں کی بھید بھری لہلہاہٹ اور آسمان کی نیلی اسراریت سے لگایا گیا ہے۔ دھان کے سبز کھیتوں میں کھڑی عورتیں اور ان کے اوپر تنا نیلا آسمان۔ اس منظر کی باہمی رنگ داری مسحور کن ہے۔ چھٹے ہائیکو میں واقعہ یہ ہے کہ زعفراں کے کھیت میں کام کرنے والی عورتیں دھوپ میں زعفرانی پودوں کے عکس کے باعث زرد زرد سی لگ رہی ہیں مگر

یہ زردی محض انعکاس کی پیدا کردہ نہیں ، دراصل یہ غربت اور افلاس کی زردی ہے جو شاید دہقانی عورت کا مقدر ہے۔نصیر احمد ناصر نے ہائیکو کے لیے ماہیا سے غنائی روشنی بھی حاصل کی ہے اور ماہیا کے اول مصرعے میں جو مہملیت ، بے ربطگی یا تخیلاتی بعد ہوتا ہے، بعض اوقات اس سے بھی استفادہ کیا ہے۔ انہوں نے عورت کے قلبی و روحانی پیکر کے توسط سے اس آگہی کو دریافت کرنے کی کوشش بھی کی ہے جو فطرت کے اندر بھی موجود ہوتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ان کے اسلوب میں نسوانی قدموں کا داخلہ فطری انداز میں ہوا ہے۔ انہوں نے عورت کا تذکرہ محض تماشے کی نیت سے نہیں کیا ، بلکہ اصل بات یہ ہے کہ عورت معروض کی حقیقی دنیا سے ابھر کر ان کے موضوع میں در آئی ہے۔ بہر کیف مجموعی طور پر نصیر احمد ناصر تجربے کی بوقلمونی کے قائل ہیں ، شاید اسی لیے ان کے جمالیاتی و تصوراتی رویے جاپانی ہائیکو نگار بوسن سے بہت مشابہ ہیں۔

رفیق سندیلوی

(سہ ماہی ادبیات، شمارہ ۲۷۔۳۰، ۱۹۹۴ء)

کھیت زعفران کے
کام کرتی عورتیں
کتنی زرد زرد سی

پہلے ہائیکو پر غور کیجئے۔ چاند جب ساحلی چٹانوں کے عقب میں غروب ہو رہا ہوتا ہے تو ایک لمحہ ایسا بھی آتا ہے جب یوں محسوس ہوتا ہے جیسے چاند ساحلی چٹانوں پر سر جھکائے بیٹھا ہو۔ لمحاتی نشست کی اس حالت کو شاعر نے چاند کے ڈوبنے یا خود کشی کرنے سے پہلے کی افسردگی اور لاحاصلی کے تصورات پر محمول کیا ہے۔ ایک سیدھے سادے منظر میں شاعرانہ تخیل سے کتنا انوکھا پن پیدا ہو گیا ہے۔ دوسرے ہائیکو میں بظاہر پانی میں غروب آفتاب کے منظر کو مصور کیا گیا ہے لیکن تشبیہی جمالیت اور تمثیلی نویلے پن نے اس ہائیکو کی تخلیقی سطح کو رفعت دے دی ہے۔ پارہ ءآب میں ڈھلتی شام کا قرمزی عکس پڑا تو اسے دیکھ کر چشمِ شاعر کو یوں لگا جیسے کوئی عورت قرمزی غرارہ پہن کر آب پارے کی سیر کو نکلی ہوئی ہے۔ یہاں پانی کے عکس کی تھرتھراہٹ اور غرارے کے ریشمی کپڑے کی سرسراہٹ میں جو تلذذ انگیز مماثلت ہے، اس کا جواب نہیں، پھر پارۂ آب اور وجودِ نسوانی کا خارجی و داخلی تقابل بھی دلچسپ ہے، سو اس ہائیکو میں آبی اور خاکی عناصر کی جمالیاتی یکجائی نے سماں باندھ دیا ہے۔ تیسرے ہائیکو میں سرخ پھولوں کی بیل کی بے خبری اور معصومیت کو نمایاں کیا گیا ہے۔ بیل اپنی خوشبو کے خمار میں گم ہے۔ اسے معلوم ہی نہیں کہ وہ بڑھتے بڑھتے خاردار تاروں کی باڑ تک چلی آئی ہے اور کسی لمحے بھی ہوا کے تند و تیز جھونکے کے باعث اس کا دامن باڑ میں الجھ کر دریدہ ہو سکتا ہے۔ وزیر آغا نے اس ہائیکو کی متعدد توجیہات کی ہیں۔ چوتھے ہائیکو میں گھاس کی نوکداری اور تتلیوں کی بدنی نازکی کے تقابل سے سحر کاری پیدا کی گئی ہے۔ پانچویں ہائیکو میں عورتوں کے نہاں خانہ ءدل کی طلسمیت کا اندازہ دھان کے سبز پودوں کی بھید بھری لہلہاہٹ اور آسمان کی نیلی اسراریت سے لگایا گیا ہے۔ دھان کے سبز کھیتوں میں کھڑی عورتیں اور ان کے اوپر تنا نیلا آسمان۔ اس منظر کی باہمی رنگ داری مسحور کن ہے۔ چھٹے ہائیکو میں واقعہ یہ ہے کہ زعفراں کے کھیت میں کام کرنے والی عورتیں دھوپ میں زعفرانی پودوں کے عکس کے باعث زرد زرد سی لگ رہی ہیں مگر

نصیر احمد ناصر کی دیگر کتابیں

پانی میں گم خواب	نظمیں
عرانچی سو گیا ہے	نظمیں
ملبے سے ملی چیزیں	نظمیں
تیسرے قدم کا خمیازہ	نظمیں
ظرفاب	غزلیں

نصیر احمد ناصر یکم اپریل 1954ء میں ضلع گجرات کے ایک دور افتادہ گاؤں ناگڑیاں میں پیدا ہوئے اور تیسری جماعت تک وہیں تعلیم حاصل کی۔ اس کے بعد ایک طویل عرصہ کھاریاں میں گزارا۔ گورنمنٹ ہائی اسکول کھاریاں، سی۔ بی (موجودہ الیف۔ جی) ڈگری کالج کھاریاں کینٹ اور گورنمنٹ کالج آف ٹیکنالوجی رسول میں زیر تعلیم رہے، برطانیہ سے ایم آئی ای اور کئی پروفیشنل اداروں کی ممبر شپ حاصل کی۔ کچھ عرصہ مڈل ایسٹ اور میرپور آزاد کشمیر میں بھی رہے۔ اب مستقل طور پر راولپنڈی میں رہائش پذیر ہیں۔ نصیر احمد ناصر کی شاعری دنیا کی کئی زبانوں میں ترجمہ ہو چکی ہے اور امریکہ کی بعض یونیورسٹیوں میں ادبی نصاب کا حصہ رہی اور انگلش اور اسپینش زبان میں از خود وہاں سے شائع بھی کی گئی۔ نصیر احمد ناصر اردو کے اہم ادبی جریدے "تسطیر" کے مدیر ہیں۔

Book Street, 46/2 Mozang Road, Lahore, Pakistan.
Phone: +92 42 37355323. Fax: +92 04 37323950
e-mail: sanjhpk@yahoo.com, sanjhpks@gmail.com
Web: www.sanjhpublications.com